نظریۂ عدم تشدد (theory of Non Violence) اور دعوت دین پر اس کے اثرات

Theory of non-Violence and its effects on Dawah in the light of Quran

Khalil-u-Rehman*
Shams-u-Rehman**
Zia-u-Rehman***

Abstract
The mission of all the Messengers of Allah was one, to guide the mankind toward the true religion and oneness of God. There is a great diversity in the way of Dawah based upon the differences and diversification of time and place, however the philosophy of non-violence is common everywhere, as it was being practiced by Ex Messengers and by Prophet Muhammad SAW himself. This philosophy became later altered into a constant theory which was owned by number of people in order to get their aims to change the mentality of others, especially the rulers. In this paper the theory of non-violence is evaluated in the light of Quran and Sunnah, its effects on Dawah with examples from Quran and the life of Prophet Muhammad, along with a historical view of great political leaders who got success in their purposes utilizing this theory. Various dimensions of this theory and their shariah status is described in detail which will help the preachers toward Islam in implementing it in their Dawah.
Keywords: Dawah, non-violence, theory of non-violence

نظریۂ عدم تشدد (theory of Non Violence) اور دعوت دین پر اس کے اثرات

عصر حاضر میں تشدد اور عدم تشدد دو انتہائیں ہیں، جن لوگوں نے تشدد کو اپنایا ہے انہوں نے ان تمام حدود و قیود کو پار کئے ہیں، جو شریعت مطہرہ نے وضع کئے ہیں، اور جن لوگوں نے عدم تشدد کو اپنا شعار بنایا ہوا ان میں سے بھی اکثر لوگوں نے دینی، مذہبی اور ملی حمیت و غیرت کو یکسر نظر انداز کیا ہوا ہے۔ جس کی وجہ سے بہت سے مسائل حل نہیں ہو پا رہے ہیں۔ اس لئے اس نظریے کی جہات مختلفہ کی وضاحت کے ساتھ ساتھ دعوت دین میں اس کی تاثیر کی وضاحت ضروری ہے۔

نظریۂ عدم تشدد (theory of Non Violence) کا تعارف

عدم تشدد دو لفظوں (عدم اور تشدد) سے مرکب ہے، عدم نفی کے معنی میں ہے۔ اور تشدد "ش د د" سے ہے، علامہ وحید الزمان نے اس کے معنی "سختی کرنے، زور آزمائی کرنے اور مضبوط ہونے" سے بیان کی ہے۔[1] تشدد کو عربی میں العنف بھی کہتے ہیں، جبکہ انگریزی زبان میں Violence کہتے ہیں۔ اس کے متبادل کے طور پر استعمال ہونے والا لفظ عدم تشدد ہے جس کو عربی میں "عدم العنف" یا "الرفق"

---

* Lecturer, Department of Islamic Studies, University of Loralai, Balochistan.
** Research Scholor, Department of Quran-wa-Sunnah, University of Karachi. Assistant Researcher and Teacher Jamia Ashraf-ul-Madaris, Karachi.
*** Assistant Professor, Dawat Academy, International Islami University Islamabad.

اور انگریزی میں None Violence کہتے ہیں، جیسا کہ محمد عمیم الاحسان برکتی نے لکھا ہے کہ العنف: مثلثة خلاف الرفق۔ [2]

ان دونوں الفاظ کے اسی تضاد کی وضاحت علامہ جوہری نے بھی کی ہے الرفق: ضد العنف [3]

تشدد کے لئے عربی میں استعمال ہونے والے الفاظ: "الشدة ، والعنف ، والقسوة والفظاظة."

عدم تشدد کے لئے عربی میں استعمال ہونے والے الفاظ: "الرفق، الرحمة ، والشفقة ، واللطف ، والعطف"

اصطلاحی تعریف:

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے تشدد اور عدم تشدد کے لئے عربی میں استعمال ہونے والے الفاظ (الرفق اور العنف) میں سے ہر ایک کی وضاحت اس طرح فرمائی ہے:۔

الرفق بكسر الراء وسكون الفاء بعدها قاف هو لين الجانب بالقول والفعل والأخذ بالأسهل وهو ضد العنف. [4]

کیمبرج ڈکشنری میں تشدد کی وضاحت اس طرح کی گئی ہے:

Actions or words that are intended to hurt people

"Violence" in American English:

Extremely foceful actions that are intended to hurt people or are likely to cause damage. [5]

جبکہ عدم تشدد کی تعریف اس طرح بیان کی ہے:

A situation in which someone avoids fighting or using physical force, especially when trying to make political change.[6]

تشدد اور عدم تشدد دو متضاد الفاظ ہیں، جو ایک خاص مفہوم کے حامل ہیں، تشدد کا مطلب ہے سختی کرنا، زور آزمائی میں مبالغہ آرائی سے کام لینا ہے، عدم تشدد کا مفہوم بھی" والأمور تتضح بأضدادها" [7] کی رو سے واضح ہو جاتا ہے۔ یعنی سختی سے پیش آنے کی بجائے نرمی سے پیش آنا، اور زور آزمائی میں مبالغہ آرائی سے کام نہ لینا، چاہے اقوال کے اعتبار سے ہو یا افعال و عمال کے اعتبار سے ہو۔ لہذا لوگوں کا اعمال و افعال اور اقوال وغیرہ میں تشدد یا عدم تشدد سے کام لینے سے "تشدد" یا "عدم تشدد" کے دو مختلف نظریے سامنے آجاتے ہیں۔ جو لوگ اپنے موقف کو طاقت کے ذریعے سے منوانے کے قائل ہوں وہ "نظریہ تشدد" کے حاملین سمجھے جاتے ہیں، اور جو لوگ اپنے موقف کو نرمی سے منوانے کی کوشش کرتے ہیں وہ "نظریہ عدم تشدد" کے حاملین سمجھے جاتے ہیں۔ جاوید احمد غامدی نے جمہور سے بہت سے امور میں متفرد ہونے کے باوجود تشدد اور عدم تشدد کی ایسی وضاحت فرمائی ہے جس سے یہ دونوں نظریات نکھر کر سامنے آجاتے ہیں چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:۔

"تشدد نام ہے اس بات کا کہ اپنے نقطہ نظر کو طاقت کے ذریعے دوسروں پر مسلط کیا جائے اور کسی مقصد کو حاصل کرنے کے لیے کوئی ایسا اقدام کیا جائے جس سے انفرادی یا اجتماعی طور پر کسی کی جان مال اور آبرو کو نقصان پہنچے۔ اس کے بالکل برعکس عدم تشدد کا مطلب یہ ہے کہ اپنے نقطہ نظر کو دلیل کے ساتھ پیش کیا جائے اور اپنے کسی مقصد کو حاصل کرنے کے لیے خالصتہ پر امن ذرائع استعمال کئے جائیں"۔ [8]

ہر دور اور ہر زمانے میں ان دونوں نظریات کے حامل لوگ بکثرت پائے جاتے ہیں، جس میں سے "نظریۂ تشدد" کے حاملین اس نظریے کے ذریعے اپنے مقاصد کے حصول میں اکثر ناکام رہے ہیں، جبکہ "نظریۂ عدم تشدد" کے علمبردار اپنے مقاصد کے حصول میں اکثر کامیاب رہے ہیں۔ کیونکہ فطرت انسانی میں جہاں تشدد سے پیش آنے کا مادہ رکھا گیا ہے وہاں عدم تشدد سے پیش آنے والے کے سامنے نرم پڑنے کا مادہ بھی فطرتاً موجود ہے۔ بلکہ انسان تشدد کی بنسبت عدم تشدد کے ذریعے بہت جلد قائل کیا جاتا ہے۔

نظریۂ عدم تشدد قرآن وحدیث کی روشنی میں

چونکہ دین اسلام ایک دین فطرت ہے، اس لئے فطرت انسانی کے تقاضوں کو بروئے کار لانے کے لئے عدم تشدد پر بہت زور دیا ہے اور اول وہلہ میں عدم تشدد کے ذریعے ہی اپنے مقاصد کے حاصل کرنے کی کوشش کرنے کی ترغیب دی ہے۔ چنانچہ قرآن کریمہ کی مختلف آیات کریمہ میں نظریۂ عدم تشدد کے اختیار کرنے پر زور دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ لا إكراه في الدين [9] اس سے صاف طور پر جبر زبردستی تشدد کی نفی ہو رہی ہے، اور نظریۂ عدم تشدد کا درس مل رہا ہے۔ ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"وما جعل عليكم في الدين من حرج [10] ترجمہ: اور تم پر دین کے معاملے میں کوئی تنگی نہیں رکھی۔" [11]

اسی طرح اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے اوپر سختی اور تشدد کرنے والوں کے لئے ہلاکت فرمایا ہے چنانچہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کہ

"عن عبد الله قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم هلك المتنطعون قالها ثلاثا [12] اپنے اوپر سختیاں کرنے والے ہلاک ہوئے، تین بار یہ جملہ ارشاد فرمایا۔"

اس کے علاوہ سرور دوعالم ﷺ کی مکی زندگی مکمل طور پر عدم تشدد کا منظر پیش کرتی ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کے سامنے اپنے موقف کو پیش کرتے وقت سب سے پہلے عدم تشدد سے کام لینا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ نے شرعی احکام میں بھی عدم تشدد کا لحاظ رکھتے ہوئے بعض احکام میں رخصت دیا ہے، جس کی وجہ سے انسان کو احکام شریعت پر عمل کرنے میں بہت آسانی ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

يريد الله بكم اليسر ولا يريد بكم العسر[13]

ترجمہ: اللہ تمہارے ساتھ آسانی کا معاملہ کرنا چاہتا ہے، اور تمہارے لئے مشکل پیدا کرنا نہیں چاہتا۔[14]

ایک دوسری جگہ فرماتا ہے:۔

يريد الله أن يخفف عنكم وخلق الإنسان ضعيفا[15]

ترجمہ: اللہ چاہتا ہے کہ تمہارے ساتھ آسانی کا معاملہ کرے، اور انسان کمزور پیدا ہوا ہے۔[16]

فقہاء کرام کے ہاں بھی شرعی احکام میں عدم تشدد کی مختلف اصطلاحات پائے جاتے ہیں، جن سے شرعی احکام میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تکلیف میں "نظریۂ عدم تشدد" کی اہمیت وافادیت نکھر کر سامنے آجاتی ہے، جیسے رخصت، تیسیر، دفع مضرت اور رفع الحرج وغیرہ ذلک۔

نظریۂ عدم تشدد کا حکم

نظریۂ عدم تشدد کا حکم حالات کے اختلاف کے ساتھ مختلف ہوتا رہتا ہے۔ عام حالات میں شریعت مطہرہ عدم تشدد پر عمل کرنے پر زور دیتی ہے، لیکن بعض حالات میں اس کا حکم مختلف ہو جاتا ہے۔ کبھی مستحب ہوتا ہے، کبھی واجب اور کبھی حرام و ممنوع ہو جاتا ہے۔

استحباب کا حکم

اس کا تعلق عام حالات کے ساتھ ہے، کہ انسان لوگوں کے ساتھ پیش آتے وقت اعمال وافعال اور اقوال میں عدم تشدد اختیار کرے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نرمی (یعنی عدم تشدد) کو ہر معاملے میں پسند کرتا ہے، چنانچہ امام بخاریؒ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ

إن الله يحب الرفق في الأمر كله [17] یعنی اللہ تعالیٰ ہر معاملے میں نرمی وعدم تشدد کو پسند کرتا ہے۔

یہ روایت اور اس قسم کی دیگر روایات سے عدم تشدد اور نرمی کا استحباب معلوم ہوتا ہے، جن میں نرمی کا سلوک کرنے کی تاکید یا فضیلت وارد ہوئی ہو۔ عدم تشدد کے متعلق امام بخاریؒ نے مکمل ایک باب باندھا ہے جس میں آپ ﷺ کے ان ارشادات لائے ہیں جن سے دینی امور اور دعوت دین میں عدم تشدد ثابت ہوتا ہے، چنانچہ سعید بن ابی بردہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے جب مجھے اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا تو یہ نصیحت فرمائی:۔

"يسرا ولا تعسرا وبشرا ولا تنفرا وتطاوعاولا تختلفا[18]

ترجمہ: تم دونوں آسانی اور سہولت پیدا کرو، اور تنگی سے بچے رہو، اور بشارت سنایا کرو اور لوگوں کو متنفر نہ کیا کرو۔"

وجوب کا حکم

عدم تشدد کے وجوب کا تعلق معاشرے کے کچھ ایسے افراد کے ساتھ ہے، کہ فطری طور پر بھی انسان ان کے ساتھ پیش آتے وقت عدم تشدد کو لازم اور ضروری ٹھہراتا ہے، جیسے والدین کے ساتھ ہر وقت اور ہر حال میں نرمی اور عدم تشدد کے ساتھ پیش آنا واجب اور ضروری ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وقضى ربك ألا تعبدوا إلا إياه وبالوالدين إحسانا إما يبلغن عندك الكبر أحدهما أو كلاهما فلا تقل لهما أف ولا تنهرهما وقل لهما قولا كريما، واخفض لهما جناح الذل من الرحمة وقل رب ارحمهما كما ربياني صغيرا [19]

ترجمہ: اور تمہارے پروردگار نے یہ حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ اگر والدین میں سے کوئی ایک یا دونوں تمہارے پاس بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو انہیں اف تک نہ کہو، اور نہ انہیں جھڑکو۔ بلکہ ان سے عزت کے ساتھ بات کیا کرو۔ اور ان کے ساتھ محبت کا برتاؤ کرتے ہوئے ان کے سامنے اپنے آپ کو انکساری سے جھکاؤ، اور یہ دعا کرو کہ: "یارب! جس طرح انہوں نے میرے بچپن میں مجھے پالا ہے، آپ بھی ان کے ساتھ رحمت کا معاملہ کیجئے۔[20]

ایک دوسری جگہ والدین کا شکریہ ادا کرنے کا حکم دیا، چنانچہ ارشاد فرمایا:

ووصينا الإنسان بوالديه حملته أمه وهنا على وهن وفصاله في عامين أن اشكر لي ولوالديك إلي المصير، وإن جاهداك على أن تشرك بي ما ليس لك به علم فلا تطعهما وصاحبهما في الدنيا معروفا واتبع سبيل من أناب إلي ثم إلي مرجعكم فأنبئكم بما كنتم تعملون [21] ترجمہ: اور ہم نے انسان کو اپنے والدین کے بارے میں یہ تاکید کی ہے (کیونکہ) اس کی ماں نے اسے کمزوری پر کمزوری برداشت کرکے پیٹ میں رکھا، اور دو سال میں اس کا دودھ چھوٹتا ہے۔ کہ تم میرا شکر ادا کرو، اور اپنے ماں باپ کا۔ میرے پاس ہی (تمہیں لوٹ کر آنا ہے۔ اور اگر وہ تم پر یہ زور ڈالیں کہ تم میرے ساتھ کسی کو (خدائی میں) شریک قرار دو جس کی تمہارے پاس کوئی دلیل نہیں تو ان کی بات مت مانو، اور دنیا میں ان کے ساتھ بھلائی سے رہو، اور ایسے شخص کا راستہ اپناؤ جس نے مجھ سے لو لگا رکھی ہو۔ پھر تم سب کو میرے پاس لوٹ کر آنا ہے، اس وقت میں تمہیں بتاؤں گا کہ تم کیا کرتے رہے ہو۔[22]

عدم جواز اور حرمت کا حکم

عدم تشدد کی حرمت اور عدم جواز کا تعلق حربی کفار کے ساتھ ہے کہ ان کے ساتھ پیش آتے وقت عدم تشدد کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:۔

محمد رسول الله والذين معه أشداء على الكفار رحماء بينهم [23]

ترجمہ: محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں، اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں، وہ کافروں کے مقابلے میں سخت ہیں، (اور) آپس میں ایک دوسرے کے لئے رحم دل ہیں۔[24]

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام کا رویہ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ عدم تشدد کا تھا لیکن کفار (محاربین) کے ساتھ تشدد کے ساتھ پیش آتے۔ اس کے علاوہ قرآن کریم میں متعدد مرتبہ یہود نصاری اور مشرکین سے مودت و محبت اور خاطر مدارات سے منع کیا ہے۔ اور کفار سے قلبی تعلق رکھنے والوں پر نکیر فرمائی ہے، ذیل چند آیات کریمہ ملاحظہ فرمائیں:۔

(1) لا يتخذ المؤمنون الكافرين أولياء من دون المؤمنين ومن يفعل ذلك فليس من الله في شيء إلا أن تتقوا منهم تقاة ويحذركم الله نفسه وإلى الله المصير [25]

(2) الذين يتخذون الكافرين أولياء من دون المؤمنين أيبتغون عندهم العزة فإن العزة لله جميعا[26]

(3) ياأيها الذين آمنوا لا تتخذوا الكافرين أولياء من دون المؤمنين أتريدون أن تجعلوا لله عليكم سلطانا مبينا [27]

(4) ياأيها الذين آمنوا لا تتخذوا اليهود والنصارى أولياء بعضهم أولياء بعض ومن يتولهم منكم فإنه منهم إن الله لا يهدي القوم الظالمين [28]

(5) ياأيها الذين آمنوا لا تتخذوا الذين اتخذوا دينكم هزوا ولعبا من الذين أوتوا الكتاب من قبلكم والكفار أولياء

واتقوا الله إن كنتم مؤمنين [29]

(6) ولا تركنوا إلى الذين ظلموا فتمسكم النار وما لكم من دون الله من أولياء ثم لا تنصرون [30]

(7) ياأيها الذين آمنوا لا تتخذوا عدوي وعدوكم أولياء تلقون إليهم بالمودة وقد كفروا بما جاءكم من الحق يخرجون الرسول وإياكم أن تؤمنوا بالله ربكم إن كنتم خرجتم جهادا في سبيلي وابتغاء مرضاتي تسرون إليهم بالمودة وأنا أعلم بما أخفيتم وما أعلنتم ومن يفعله منكم فقد ضل سواء السبيل [31]

دعوت دین پر نظریہ عدم تشدد کے اثرات

دعوت دین ایک اہم فریضہ ہے، جو اس امت کی خصوصیات میں سے ہے، دعوت دین کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاتا ہے کہ قرآن کریم کا موضوع بھی یہی دعوت الی اللہ ہے۔اس فریضہ کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے اللہ ارشاد فرماتا ہے

ومن أحسن قولا ممن دعا إلى الله وعمل صالحا وقال إنني من المسلمين [32]

ترجمہ: اور اس شخص سے بہتر بات کس کی ہوگی، جو اللہ کی طرف دعوت دے، اور نیک عمل کرے اور یہ کہے کہ میں فرماں برداروں میں شامل ہوں۔[33]

اسی طرح نبی اکرم ﷺ نے بھی دین کی پرچار اور دوسروں تک پہنچانے کی بہت تاکید فرمائی ہے، چنانچہ ایک جگہ ارشاد فرمایا کہ بلغوا عني ولو آية [34] یعنی میری طرف سے (لوگوں کو دین) پہنچاؤ اگرچہ ایک آیت ہی کیوں نہ ہو۔

اپنے موقف کو منوانے کا سب سے بہترین طریقہ عدم تشدد ہے، اس لئے دعوت دین اور تبلیغ اسلام میں بھی اس نظرئے کی افادیت بہت زیادہ ہے۔ نظریہ عدم تشدد اپنانے کے دعوت دین پر کافی مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ دین اسلام دین فطرت ہے، اس کی اشاعت اور دعوت و تبلیغ میں بھی ایسا ہی طریقہ کارآمد ہوگا، جو انسانی فطرت کے قریب ہو۔ اور اپنے موقف کے منوانے اور پرچار کرنے میں انسانی فطرت کے قریب ترین چیز نظریہ عدم تشدد ہے۔ اس وجہ سے دعوت دین فطرت پر اس فطری نظریے کے کافی اثرات مرتب ہو سکتے ہیں۔

انسان کے راہ راست پر لانے میں عدم تشدد کا اثر

یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالی نے حضرت موسی اور حضرت ہارون علیہما السلام کو فرعون کی طرف بھیجتے وقت عدم تشدد سے کام لینے کی ہی تاکید فرمائی۔ چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ فقولا له قولا لينا[35] ترجمہ: جاکر دونوں اس سے نرمی سے بات کرنا۔[36] عدم تشدد سے کام لیتے ہوئے نرمی سے بات کرنے کا اثر اور افادیت کیا ہوگی؟ اللہ تعالی نے اس کی تصریح بھی اسی آیت کریمہ میں فرمائی، چنانچہ فرمایا کہ لعله يتذكر أو يخشى [37]

ترجمہ: شاید وہ نصیحت قبول کرے، یا (اللہ سے) ڈر جائے۔[38]

معتقدین کو متحد رکھنے پر عدم تشدد کا اثر

اس کے برعکس تشدد اختیار کرنے کے بھی داعی کی مشن پر برے اثرات مرتب ہیں، چنانچہ اللہ تعالی نے نبی ﷺ کو یہ باور کرایا کہ اگر آپ نرم مزاجی اور عدم تشدد کا راہ نہ اختیار کرتے بلکہ سختی اور تشدد سے کام لیتے تو یہ صحابہ کرام آپ کے ارد گرد نہ ہوتے بلکہ یہ سب کے سب تتر بتر ہو جاتے۔ چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ:

فبما رحمة من الله لنت لهم ولو كنت فظا غليظ القلب لانفضوا من حولك فاعف عنهم واستغفر لهم وشاورهم في الأمر فإذا عزمت فتوكل على الله إن الله يحب المتوكلين [39]

ترجمہ: (ان واقعات کے بعد) اللہ کی رحمت ہی تھی جس کی بنا پر (اے پیغمبر!) تم نے ان لوگوں سے نرمی کا برتاؤ کیا۔ اگر تم سخت مزاج اور سخت دل والے ہوتے تو یہ تمہارے آس پاس سے ہٹ کر تتر بتر ہو جاتے۔ لہذا ان کو معاف کر دو، ان کے لئے مغفرت کی دعا کرو، اور ان سے (اہم) معاملات میں مشورہ لیتے رہو۔ پھر جب تم رائے پختہ کر کے کسی بات کا عزم کر لو تو اللہ پر بھروسہ کرو۔ اللہ یقیناً توکل کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔[40]

تکلیف اور جسمانی ضرر سے بچانے پر عدم تشدد کا اثر

آپ ﷺ نے خود بھی دین کی باتیں سکھانے کے لئے عدم تشدد سے کام لیا ہے، اور صحابہ کرام کو بھی سختی اور تشدد سے منع فرماتے تھے، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

"بينما نحن في المسجد مع رسول الله صلى الله عليه وسلم إذ جاء أعرابي فقام يبول في المسجد فقال أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم مه مه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تزرموه دعوه فتركوه حتى بال ثم إن رسول الله صلى الله عليه وسلم دعاه فقال له إن هذه المساجد لا تصلح لشيء من هذا البول ولا القذر إنما هي لذكر الله عز وجل والصلاة وقراءة القرآن أو كما قال رسول الله صلى الله عليه وسلم [41]

ترجمہ: ایک دفعہ ہم اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ مسجد میں بیٹھے تھے، کہ اچانک ایک اعرابی (دیہاتی) آیا، اور مسجد میں کھڑے ہو کر پیشاب کرنے لگا، تو اصحاب رسول ﷺ نے کہا کہ مہ مہ (یعنی منع کرنا چاہا)، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس کو نہ جھڑ کو، اس کو چھوڑو، تو صحابہ کرام نے اسے چھوڑ دیا، یہاں تک کہ اس نے پیشاب کیا، پھر اللہ کے رسول ﷺ نے اسے بلایا، پس آپ ﷺ نے اس کو فرمایا کہ ان مساجد میں یہ پیشاب اور گندی جائز نہیں، بلکہ یہ تو اللہ عزوجل کی ذکر، نماز اور قرآن کریم کے پڑھنے کے لئے ہیں، یا جیسا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا۔"

بخاری شریف کی روایت میں نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام کو اعرابی پر تشدد اور سختی کرنے سے منع کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا:۔

"فإنما بعثتم ميسرين ولم تبعثوا معسرين [42] یعنی تم آسانی پیدا کرنے کے لئے بھیجے گئے ہو نہ کہ تنگی اور سختی کرنے والے۔"

آپ ﷺ کا صحابہ کرام کو اعرابی کے جھڑکنے سے منع کرنے کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اگر اس پر پیشاب منقطع کرتے، تو اس (اعرابی)

کو پیشاب کو درمیان میں روکنے سے جسمانی ضرر اور نقصان پہنچنے کا اندیشہ تھا۔اس سے معلوم ہوا کہ جہاں پر دعوت دین یا برائی سے روکنے میں سختی کرنے سے کسی کو جسمانی ضرر اور نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو، تو تشدد نہیں کرنا چاہیئے۔

دین کی طرف میلان پیدا کرنے پر عدم تشدد کا اثر

اعرابی والی روایت میں نبی ﷺ کا صحابہ کرام کو اس پر سختی اور تشدد کرنے سے منع کرنے میں یہ حکمت بھی ملحوظ تھی کہ نرمی سے پیش آنے سے متاثر ہو کر اس کا دل اسلام کی طرف مائل ہو جائے گا۔ حافظ ابن حجرؒ نے دیگر حکمتوں کے ساتھ ایک یہ حکمت بھی بتائی ہے۔ چنانچہ وہ تحریر فرماتے ہیں:

"وفيه الرفق بالجاهل وتعليمه مايلزمه من غير تعنيف إذا لم يكن ذلك منه عنادا ولا سيما إن كان ممن يحتاج إلى استئلافه وفيه رأفة النبي صلى الله عليه وسلم وحسن خلقه" [43]

ترجمہ: اس(روایت) میں جاہل پر نرمی وعدم تشدد اور اس کو عدم تشدد کے ساتھ تعلیم دینے کی(دلیل ہے) جبکہ اس طرح کا فعل اس کی طرف سے ضد اور عناد پر مبنی نہ ہو،(بلکہ جہالت کی وجہ سے ایسا ارتکاب کرے) اور خاص کر جب ان لوگوں میں سے ہو، جو استئلاف(دل جوئی کرانے) کے محتاج ہوں، اور اس(روایت) میں نبی ﷺ کی شفقت اور آپ ﷺ کے حسن اخلاق کی(دلیل) ہے۔"

علامہ بدر الدین عینی نے بھی اس روایت سے مستنبط ہونے والے مسائل میں سے ایک یہی تالیف قلب کا ذکر بھی فرمایا ہے، چنانچہ وہ تحریر فرماتے ہیں کہ

"فيه مراعاة التيسير على الجاهل والتألف للقلوب. [44] یعنی اس(روایت) میں جاہل کے ساتھ آسانی کے ساتھ پیش آنے اور دلوں کے مائل کرنے پر دلیل ہے۔"

چونکہ دعوت دین عموماً نہ سمجھنے والوں اور جاہل لوگوں کو ہی دی جاتی ہے، اس لئے مذکورہ بالا روایات سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ دین کی دعوت دیتے وقت ایسے لوگوں کے ساتھ عدم تشدد کے ساتھ پیش آنا چاہیئے۔

لوگوں کو فتنے سے بچانے پر عدم تشدد کا اثر

دعوت دین کا بنیادی مقصد منکرات کا روک تھام ہے، لیکن منکرات اور برائیوں کی روک تھام میں بھی عدم تشدد کے ذریعہ ہی کامیابی حاصل ہو سکتی ہے، ورنہ اگر بے جا تشدد کیا جائے تو اصلاح کی بجائے بسا اوقات فتنہ اور فساد برپا ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علماء نے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ جہاں پر کسی منکر کی روک تھام میں تشدد کرنے سے مزید فتنے کا خدشہ ہو، تو اھون البلیتین پر عمل کرتے ہوئے اس منکر کو چھوڑ دینا بہتر ہے۔ چنانچہ امام بخاریؒ نے مستقل ایک باب باندھا، جس کے تحت وہ مشہور روایت لائے ہیں، جس میں آپ ﷺ نے خانہ کعبہ کو از سر نو اس طرح تعمیر کرنے کی خواہش کی تھی کہ اس میں دو دروازے ہوں، ایک داخل ہونے کے لئے، دوسرا نکلنے کے لئے۔ لیکن نبی اکرم ﷺ نے اس خواہش پر عمل کرنے کو اہل مکہ کے نئے نئے اسلام میں داخل ہونے اور فتنے میں مبتلاء ہونے کی وجہ سے ترک کیا۔[45]

نظریہ عدم تشدد کے علمبر داروں کا اجمالی تعارف

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ

نظریہ عدم تشدد کے سب سے بڑے علمبر دار حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تھے، آپ ﷺ کی پوری مکی زندگی اس نظریے کی عکاسی پیش کررہی ہے۔ مکہ سے مدینہ ہجرت کرنے کے بعد بھی جہاں پر کفار کے ساتھ سیاسی معاملات نمٹاتے ہوئے عدم تشدد ہی سے کام لیا۔ قرآن کریم کے اندر اللہ تعالی نے آپ ﷺ کی عدم تشدد والی صفت اس طرح بیان فرمائی ہے:۔

لقد جاءكم رسول من أنفسكم عزيز عليه ماعنتم حريص عليكم بالمؤمنين رءوف رحيم [46] ترجمہ: (لوگو!) تمہارے پاس ایک ایسا رسول آیا ہے جو تمہی میں سے ہے، جس کو تمہاری ہر تکلیف بہت گراں معلوم ہوتی ہے، جسے تمہاری بھلائی کی دھن لگی ہوئی ہے، جو مؤمنوں کے لئے انتہائی شفیق، نہایت مہربان ہے۔[47]

عدم تشدد کے علمبر دار کا یہی خاصہ ہوتا ہے، کہ جس کو انسانوں کی ہر تکلیف گراں معلوم ہوتی ہو، اور دوسروں کے لئے آسانیاں پیدا کرنے کی خاطر ہر وقت کوشاں رہتا ہو۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ہر موقع پر امت کے لئے یسر پیدا کرنے کی کوشش کی ہے، ابو برزہ سلمی رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی غزوات میں سیرت طیبہ کو بطور خلاصہ کے بیان فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ چھ یا سات غزوات یا اس سے زیادہ میں شرکت کی، اتنے عرصے میں آپ ﷺ کی سیرت طیبہ میں جس چیز کا مشاہدہ کیا وہ آپ ﷺ کی ہر لمحہ لوگوں کے لئے آسانی پیدا کرنا ہی تھا، اور آپ ﷺ کو آسانی پیدا کرنے کی فکر ہوتی تھی، چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

"إني غزوت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم ست غزوات أو سبع غزوات أو ثمان وشهدت تيسيره [48] یعنی میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چھ یا سات یا آٹھ غزوات کئے، جس میں آپ ﷺ کی (ہر وقت) آسانی اور یسر پیدا کرنے کا ہی مشاہدہ کیا۔"

دعوت دین کے مشہور و معروف وسائل وذرائع تین ہیں، تقریر، تحریر اور عملی سیرت۔ نبی اکرم ﷺ نے ان تینوں وسائل کو بروئے کار لاتے وقت عدم تشدد سے کام لیا۔ مکی دور میں تقریر کے ذریعے لوگوں کو دعوت دیتے تھے۔ باوجود سخت تکلیفیں پہنچانے کے ان کے لئے کوئی سخت جملہ نہیں کہا، بلکہ زخمی حالت میں بھی ان کے لئے ہدایت کی دعا فرمایا کرتے تھے، دعوت دین کے لئے تحریر کا طریقہ کار ہجرت مدینہ کے بعد اختیار فرمایا، ہجرت کے بعد بادشاہوں کے نام دعوتی خطوط کا سلسلہ شروع کیا، اس میں بھی تحریرات کے اندر عدم تشدد کا بھرپور لحاظ رکھنے کا اہتمام فرمایا، بلکہ مخاطب کے مقام و مرتبے کا تذکرہ بھی فرمایا کرتے تھے، چنانچہ ہرقل کو جو خط لکھا، اس میں "عظیم الروم"[49] جیسے الفاظ استعمال کرکے یہ باور کرایا کہ آپ ہمارے نزدیک اپنے رعایا کے بڑے سمجھے جاتے ہیں۔ اور عملی سیرت کے متعلق عدم تشدد کا اندازہ حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ کی اس روایت سے ہوتا ہے کہ جہاں پر حضرت انس رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی دس سال تک خدمت کی لیکن آپ ﷺ سے کوئی ناگوار بات نہیں سنی، چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ:

"خدمت النبي صلى الله عليه وسلم عشر سنين فما قال لي أف ولا لم صنعت ولا ألا صنعت"[50]

ترجمہ: میں نے نبی اکرم ﷺ کی دس سال تک خدمت کی،(اس پورے عرصے میں) آپ ﷺ نے نہ اف کہا، نہ یہ کہا کہ (اس طرح) کیوں کیا؟اور نہ یہ کہا کہ آپ(اس طرح) نہ کرتے۔"

یعنی کسی بھی کام پر اف تک بھی نہ کہااور نہ کسی کام کے کرنے یانہ کرنے پر تشدد کے ساتھ پیش آئے۔ مختصر یہ کہ آپ ﷺ کی بعثت ہی تمام عالمین کے لئے بطور رحمت کے ہوئی۔ آپ ﷺ کے بعد آپ کے صحابہ کرام،تابعین و تبع تبعین اور جمہور عظماء امت اسی نظریے پر کاربند رہے۔ یہاں نظریۂ عدم تشدد کی وجہ سے شہرت پانے والے پر بیسویں صدی کے چند ایسے عظماء کا تعارف پیش کرنا مقصود ہے، جنہوں نے اپنے نظریات کی پرچار کے لئے اس نظریے کواختیار کرکے کامیابی حاصل کی۔

قائداعظم

نظریۂ عدم تشدد کے علمبرداروں میں سے قائداعظم محمد علی جناح بھی ہے، جنہوں نے برصغیر پاک وہند میں انگریزوں کے قبضہ جمانے کے بعد ایک اسلامی ریاست کے حصول کی خاطر ایک طویل جدوجہد شروع کی، جس کی بنیاد اسی نظریۂ عدم تشدد پر تھی۔ آپ کی تعلیم، تقسیم ہند سے قبل کے عہدے اور پاکستان بننے کے بعد کے حالات ڈاکٹر حافظ فیوض الرحمن صاحب نے بیان کئے ہیں، چنانچہ وہ تحریر فرماتے ہیں کہ :

"مسلمانان برصغیر کے عظیم قائد اور اسلامی جمہوریہ پاکستان کے بانی 25دسمبر 1876ء کو اتوار کے دن کراچی میں پیدا ہوئے،آپ کے والد جناح پونجا شہر کے ایک ممتاز تاجر تھے۔ 1882ء میں آپ پرائمری سکول میں داخل ہوئے اور 1892ء میں قانون کی تعلیم کے لئے انگلستان گئے۔ 1897ءہائی کورٹ میں پریکٹس شروع کی۔ 1900ء میں بمبئی میں ٹمریری پریزیڈینسی مجسٹریٹ مقرر کئے گئے۔ 1905ء میں آل انڈیا کانگریس کے سالانہ اجلاس منعقدہ کلکتہ میں شریک ہوئے۔ 1909ء میں اپریل لیجسیٹو کونسل کے ممبر مقرر ہوئے،۔۔۔۔ (عہدوں کے اس اتار چھڑاؤ کے بعد بالآخر) 3جون 1947ء کو آپ نے تقسیم ہند کا منصوبہ قبول کرلیا۔ 7اگست کو آپ دہلی سے کراچی پہنچے۔۔۔اور 14اگست کو وائسرائے نے آپ کو پاکستان کا گورنر جنرل مقرر کیا۔اور 15اگست کو آپ نے اپنے عہدے کا حلف اٹھایا۔۔۔ 29جون کو کوئٹہ سے واپس کے بعد یکم جولائی کو علالت کی حالت میں سٹیٹ بینک آف پاکستان کا افتتاح کیا۔۔۔ مسلسل 5روز علالت کی وجہ کوئٹہ دوبارہ روانگی ہوئی۔اور یہاں آپ کو زیارت منتقل کردیا گیا۔ 11ستمبر کو آپ بذریعہ طیارہ کراچی آئے اور اسی دن دس بجے رات کو آپ نے اپنی جان آفریں کے سپرد کردی۔" [51]

مہاتما گاندھی

ہندوستان کے مہاتما گاندھی کا بھی نظریۂ عدم تشدد کے حاملین میں سے شمار ہوتا ہے۔آپ کے حالات زندگی اختصار کے ساتھ یہاں پر ذکر کئے جاتے ہیں:۔

"موہن داس کرم چند گاندھی) گجراتی: મોહનદાસ કરમચંદ ગાંધી ہندی: मोहनदास करमचंद गांधी : انگریزی : Mohandas Karamchand Gandhi : 2اکتوبر،1869ء تا 30 جنوری 1948ء (بھارت کے سیاسی اور

روحانی رہنما اور آزادی کی تحریک کے اہم ترین کردار تھے۔ انہوں نے ستیہ گرہ اور اہنسا (عدم تشدد) کو اپنا ہتھیار بنایا۔ ستیہ گرہ، ظلم کے خلاف عوامی سطح پر منظم سول نافرمانی ہے جو عدم تشدد پر مبنی ہے۔ یہ طریقۂ کار ہندوستان کی آزادی کی وجہ بنی۔ اور ساری دنیا کے لیے حقوق انسانی اور آزادی کی تحاریک کے لیے روح رواں ثابت ہوئی۔ بھارت میں انھیں احترام سے مہاتما گاندھی اور **باپو** کہا جاتا ہے۔ انہیں بھارت سرکار کی طرف سے بابائے **قوم**) راشٹر پتا) کے لقب سے نوازا گیا ہے۔ گاندھی کی یوم پیدائش (گاندھی جینتی (بھارت میں قومی تعطیل کا درجہ رکھتا ہے اور دنیا بھر میں یوم عدم تشدد کی طور پر منایا جاتا ہے۔ 30 جنوری، 1948 ء کو ایک ہندو قوم پرست نتھورام گوڈسے نے ان کا قتل کر دیا۔ جنوبی افریقا میں وکالت کے دوران میں گاندھی جی نے رہائشی ہندوستانی باشندوں کے شہری حقوق کی جدوجہد کے لیے شہری نافرمانی کا استعمال پہلی بار کیا۔ 1915 ء میں ہندوستان واپسی کے بعد، انہوں نے کسانوں اور شہری مزدوروں کے ساتھ بے تحاشہ زمین کی چنگی اور تعصب کے خلاف احتجاج کیا۔ 1921 ء میں انڈین نیشنل کانگریس کی قیادت سنبھالنے کے بعد، گاندھی ملک سے غربت کم کرنے، خواتین کے حقوق کو بڑھانے، مذہبی اور نسلی خیر سگالی، چھوا چھوت کے خاتمہ اور معاشی خود انحصاری کا درس بڑھانے کی مہم کی قیادت کی۔ انہوں نے بھارت کو غیر ملکی تسلط سے آزاد کرانے کے لیے سوراج کا عزم کیا۔ گاندھی نے مشہور عدم تعاون تحریک کی قیادت کی۔ جو 1930 ء میں مارچ سے برطانوی حکومت کی طرف سے عائد نمک چنگی کی مخالفت میں 400 کلو میٹر (240 میل) لمبی دانڈی نمک احتجاج سے شروع ہوئی۔ اس کے بعد 1942 ء میں انہوں نے بھارت چھوڑو شہری نافرمانی تحریک کا آغاز فوری طور پر آزادی کا مطالبہ کے ساتھ کیا۔ گاندھی دونوں جگہ جنوبی افریقا اور بھارت میں کئی سال قید میں گزارے۔ عدم تشدد کے پیشوا طور پر، گاندھی نے سچ بولنے کی قسم کھائی تھی اور دوسروں سے ایسا ہی کرنے کی وکالت کرتے تھے۔ وہ سابرمتی آشرم میں رہتے اور سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ لباس کے طور پر روایتی ہندوستانی دھوتی اور شال کا استعمال کرتے، جو وہ خود سے چرخے پر بنتے تھے۔ وہ سادہ اور سبز کھانا کھاتے اور روحانی پاکیزگی اور سماجی احتجاج کے لیے لمبے اپواس (روزے) رکھا کرتے تھے"۔[52]

مہاتما گاندھی کے نظریۂ عدم تشدد پر علماء نے نکیر بھی کی، کیونکہ جب وہ سیاست میں آیا تو سیاست پر ایک خاص قسم کا مذہبی رنگ چڑھانے کی خاطر انہوں نے اس نظریے کو اس طور پر پیش کیا جو اسلامی تعلیمات سے متصادم تھا۔[53] تاہم نفس عدم تشدد پر کاربند ہونے کی وجہ سے انہوں نے اپنے سیاسی مقاصد میں کامیابی حاصل کر لی۔

نیلسن منڈیلا:

نیلسن روہیلا منڈیلا جنوبی افریقہ میں نسلی امتیاز کے سخت مخالف تھے، ابتداء میں وہ ایک متشدد ذہنیت کے حامل تھے، اسی وجہ سے ان کو جیل اور قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کرنی پڑی، لیکن جب 11 فروری 1990ء کو جیل سے رہا ہوئے تو پر تشدد تحریک کو خیر باد کہہ کر پرامن جدوجہد شروع کی، جس میں انہوں نے سب سے پہلے مذاکرات کا راستہ اختیار کر کے نسلی امتیاز کے خاتمے میں بہت زیادہ پزیرائی ہوئی۔ اور یہ سب کچھ نظریۂ عدم تشدد پر عمل پیرا ہونے کے بدولت ہی ہوا۔ نوبل انعام سمیت کئی انعامات سے نوازے گئے۔[54]

باچا خان

آپ کا نام معاصر نظریۂ عدم تشدد کے علمبرداروں میں سرفہرست ہے، آپ پوری زندگی اسی فلسفہ عدم تشدد پر کاربندرہے، اور سیاسی مقاصد کے حصول کے لئے اپنے پیروکاروں کو بھی اسی نظریے کی تلقین کی۔ آپ کی مختصر سوانح مندرجہ ذیل ہے:

"پختونوں کے سیاسی راہنما کے طور پر مشہور شخصیت ہیں، جنھوں نے برطانوی دور میں عدم تشدد کے فلسفے کا پرچار کیا۔ خان عبدالغفار خان زندگی بھر عدم تشدد کے حامی رہے اور مہاتما گاندھی کے بڑے مداحوں میں سے ایک تھے۔ آپ کے مداحوں میں آپ کو باچا خان اور سرحدی گاندھی کے طور پر پکارا جاتا ہے۔ آپ پہلے اپنے خاندان کے افراد کے دباؤ پر برطانوی فوج میں شامل ہوئے، لیکن ایک برطانوی افسر کے پشتونوں کے ساتھ نارواروییے اور نسل پرستی کی وجہ سے فوج کی نوکری چھوڑ دی۔ بعد میں انگلستان میں تعلیم حاصل کرنے کا ارادہ اپنی والدہ کے کہنے پر موخر کیا۔ برطانوی راج کے خلاف کئی بار جب تحاریک کو ناکامی کا سامنا کرنا پڑا تو خان عبدالغفار خان نے عمرانی تحریک چلانے اور پختون قبائل میں اصلاحات کو اپنا مقصد حیات بنالیا۔ اس سوچ نے انھیں جنوبی ایشیاء کی ایک نہایت قابل ذکر تحریک خدائی خدمتگار تحریک شروع کرنے پر مجبور کیا۔ اس تحریک کی کامیابی نے انھیں اور ان کے ساتھیوں کو کئی بار تشدد کا نشانہ بنایا گیا اور پابند سلاسل کیا گیا۔ 1920 ء کے اواخر میں بدترین ہوتے حالات میں انھوں نے مہاتما گاندھی اور انڈین نیشنل کانگریس کے ساتھ الحاق کر دیا، جو اس وقت عدم تشدد کی سب سے بڑی حامی جماعت تصور کی جاتی تھی۔ یہ الحاق 1947 ء میں آزادی تک قائم رہا۔ جنوبی ایشیا کی آزادی کے بعد خان عبدالغفار خان کو امن کے نوبل انعام کے لیے بھی نامزد کیا گیا۔ 1960 ء اور 1970 ء کا درمیانی عرصہ خان عبدالغفار خان نے جیلوں اور جلاوطنی میں گزارا۔ 1987 ء میں آپ پہلے شخص تھے جن کو بھارتی شہری نہ ہونے کے باوجود "بھارت رتنا ایوارڈ" سے نوازا گیا جو سب سے عظیم بھارتی سول ایوارڈ ہے۔ 1988 ء میں آپ کا انتقال ہوا اور آپ کو وصیت کے مطابق جلال آباد افغانستان میں دفن کیا گیا۔ افغانستان میں اس وقت گھمسان کی جنگ جاری تھی لیکن آپ کی تدفین کے موقع پر دونوں اطراف سے جنگ بندی کا فیصلہ آپ کی شخصیت کے علاقائی اثر رسوخ کو ظاہر کرتی ہے۔"[55]

اسی طرح انڈونیشیاء کے بانی سویکارنو[56] بھی نظریۂ عدم تشدد کے علمبرداروں میں شمار کئے جاتے ہیں۔ جس کی بدولت اپنے اہم مقاصد کی حصول میں کامیاب ہوئے۔

نظریۂ عدم تشدد معاصر علماء کی نظر میں

معاصر علماء کے نزدیک بھی نظریۂ عدم تشدد کی بہت اہمیت ہے اور انہوں نے یہ واضح کیا ہے، کہ اسلام اور تشدد دو متضاد چیزیں ہیں، اسلام سراپا نرمی اور عدم تشدد پر مبنی دین ہے، مفتی عبدالرحیم قاسمی صاحت اس فرق کی وضاحت کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ:

" اسلام اور تشدد دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں جہاں اسلام ہوگا تشدد وہاں کھڑا ہو ہی نہیں سکتا، اسلام تشدد کے مقابلہ کے لئے سب سے طاقتور ہتھیار ہے، دراصل اسلام بنیادی طور پر امن وسلامتی کی دعوت دیتا ہے، جنگ پر صلح کو فوقیت دیتا ہے"۔[57]

علماء کرام نے ہر دور میں ہر حکومت سے اپنے دینی و ملی حقوق کا مطالبہ پر امن طریقے پر کیا ہے، اور عوام میں اس بات کا شعور بھی پیدا کیا ہے، کہ اپنے جائز مطالبات کے لئے آئینی حدود تک جانے کی اجازت شریعت مطہرہ نے دی ہے، اسی تناظر میں مولانا علی میاں ندویؒ نے ہندوستان کے مسلمانوں کو اپنے ملی تشخص کے آئینی طریقہ پر حفاظت پر ابھارنے کی کوشش کی لیکن ساتھ ساتھ تشدد سے اجتناب کی تاکید بھی فرمائی ہے، چنانچہ وہ تحریر فرماتے ہیں کہ

"میں توڑ پھوڑ اور تشدد کو نہیں کہتا اور نہ میں اس کا قائل ہوں، میں تو برادران وطن کو "تشدد" سے روکنا چاہتا ہوں"۔ [58]

اس سے معلوم ہوا کہ آپؒ بھی اپنے حق کا مطالبہ کرنے کی خاطر پر امن جدوجہد کے قائل تھے، جو کہ عدم تشدد پر مبنی ہو، نہ کہ تشدد پر۔

ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب نے عدم تشدد کے موضوع پر مکمل ایک کتاب لکھی، آپ نے عدم تشدد کے متعلق بہت اچھی وضاحت کی ہے۔ایک جگہ وہ لکھتے ہیں کہ:

"حقیقت یہ ہے کہ اسلام صرف نرمی اور آسانی کا دین ہے اور نرمی اور آسانی کے راستوں کا انتخاب محبت ہی کی وجہ سے ممکن ہے۔ آقاﷺ کی ساری تعلیمات، ترجیحات اور جملہ احکام و قوانین مبنی بر محبت، رحمت، شفقت، سہولت، آسانی اور یسر ہیں اور دین اسلام میں نہ ہی تو شدت پسندی کی کوئی گنجائش ہے اور نہ ہی تنگ نظری، اکراہ یا انتہاء پسندی کی جازت"۔ [59]

میاں افتخار حسین لکھتے ہیں کہ "عدم تشدد کا ہر گز یہ مطلب نہیں کہ دشمن اور ظلم کے مقابلے سے دست برداری اختیار کی جائے بلکہ اپنی جائز قومی حقوق اور انسانیت کی بقاء کیلئے میدان میں ڈٹ کر کھڑے ہو جائیں۔" [60]

دعوت دین میں انبیاء علیہم السلام کا تشدد اور عدم تشدد

تمام انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا مقصد لوگوں کا اللہ تعالی کے ساتھ تعلق قائم کرنا، اور دین الٰہی کی طرف دعوت دینا تھا، جس کی وجہ سے ان کو بڑی تکالیف اٹھانی پڑی، اللہ تعالی نے ان انبیاءؑ کے طرز تعلیم و دعوت دین کا تذکرہ قرآن کریم میں کیا، جس سے ہر داعی حق کے لئے ایک رہنمائی ملتی ہے، اللہ تعالی نے نبی اکرمﷺ کو دعوت دین کا طریقہ کار بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا:

ادع إلى سبيل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة وجادلهم بالتي هي أحسن إن ربك هو أعلم بمن ضل عن سبيله وهو أعلم بالمهتدين [61] ترجمہ: اپنے رب کے راسے کی طرف لوگوں کو حکمت کے ساتھ اور خوش اسلوبی سے نصیحت کرکے دعوت دو، اور (اگر بحث کی نوبت ائے تو) ان سے بحث بھی ایسے طریقے سے کرو جو بہترین ہو۔ یقینا تمہارا پروردگار ان لوگوں کو بھی خوب جانتا ہے جو اس کے راستے سے بھٹک گئے ہیں اور ان سے بھی خوب واقف ہے جو راہ راست پر قائم ہیں۔ [62]

اس کے علاوہ انبیاء علیہم السلام کی فہرست میں سب سے نمایاں اور جلیل القدر پیغمبر حضرت نوح علیہ السلام سر فہرست ہے، جنہوں نے ایک طویل زندگی پائی اور اپنی زندگی اسی دعوت دین پر لگا کر ثابت کیا کہ انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا مقصد لوگوں کو اللہ تعالی طرف بلانا ہے، آپ علیہ السلام نے صرف ساڑھے نو سو سال تک دین کی دعوت چلائی، جس میں آپؑ نے بے شمار مصائب برداشت کیں۔ کفار نے آپ کو ستانے

کے لئے مختلف حربے استعمال کئے، لیکن آپ کبھی بھی ان سے دلبرداشتہ ہو کر اپنے مشن سے پیچھے نہ ہٹے اور نہ ہی تشدد کا راستہ اختیار فرمایا بلکہ کفار تشدد کرتے تھے اور آپ عدم تشدد کے ساتھ پیش آتے تھے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ایک مقام پر آپ کے دعوت کا اسلوب اس انداز سے بیان کیا گیا ہے:۔

واتل عليهم نبأ نوح إذ قال لقومه ياقوم إن كان كبر عليكم مقامي وتذكيري بآيات الله فعلى الله توكلت فأجمعوا أمركم وشركاءكم ثم لا يكن أمركم عليكم غمة ثم اقضوا إلي ولا تنظرون () فإن توليتم فما سألتكم من أجر إن أجري إلا على الله وأمرت أن أكون من المسلمين [63]

ترجمہ: اور (اے پیغمبر!) ان کے سامنے نوح کا واقعہ پڑھ کر سناؤ، جب انہوں نے اپنی قوم کہا تھا کہ: "میری قوم کے لوگو! اگر تمہارے درمیان میرا رہنا، اور اللہ کی آیات کے ذریعے خبردار کرنا تمہیں بھاری معلوم ہو رہا ہے تو میں نے تو اللہ ہی پر بھروسہ کر رکھا ہے۔ اب تم اپنے شریکوں کو ساتھ ملا کر (میرے خلاف) اپنی تدبیروں کو خوب پختہ کر لو، پھر جو تدبیر تم کرو وہ تمہارے دل میں کسی گھٹن کا باعث نہ بنے، بلکہ میرے خلاف جو فیصلہ تم نے کیا ہو، اسے (دل کھول کر) کر گذرو، اور مجھے ذرا بھی مہلت نہ دو۔ پھر بھی اگر تم نے منہ موڑے کھا تو میں نے تم سے اس (تبلیغ) پر کوئی اجرت تو نہیں مانگی۔ میرا اجر کسی اور نے نہیں، اللہ نے ذمے لیا ہے، اور مجھے یہ حک دیا گیا ہے کہ میں فرماں بردار لوگوں میں شامل رہوں۔[64]

قرآن کریم میں اللہ تعالی نے پوری ایک سورت حضرت نوح علیہ السلام کے نام سے نازل فرمائی۔

انبیاء علیہم السلام کا انداز دعوت قرآن کریم میں بڑی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے، سورہ الاعراف میں آیت نمبر 65 سے لے کر آیت نمبر 87 تک حضرت ہود علیہ السلام، حضرت صالح علیہ السلام، حضرت لوط علیہ السلام اور حضرت شعیب علیہم الصلاۃ والسلام کی دعوت کا انداز بیان کیا گیا ہے۔ ان میں سے کسی بھی نبی کے دعوت کے اسلوب میں تشدد نہیں پایا جاتا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے دعوت کا انداز سورہ یوسف آیت نمبر 36 سے لے کر 40 تک کے اندر بیان کیا ہے۔ جس میں تشدد نام کی کوئی چیز بھی نہیں پائی جاتی۔

دعوت دین میں تشدد اور عدم تشدد کے حدود و قیود

شریعت مطہرہ کا ہر وقت نظریۂ عدم تشدد پر زور دینے سے عام طور پر یہ تاثر بھی دیا جا سکتا ہے کہ دین اسلام کے لئے جہاد کرنا تشدد ہے، جبکہ نبی ﷺ نے عدم تشدد پر عمل پیرا ہونے کی تاکید فرمائی ہے، لہذا جہاد کوئی شے نہیں۔ اس لئے یہاں پر تشدد اور عدم تشدد کے حدود و قیود کی وضاحت ضروری ہے، کیونکہ دینی امور کی تعلیم اور دعوت دینے میں نبی ﷺ سے جہاں پر عدم تشدد ثابت ہے وہاں آپ ﷺ نے بعض مواقع پر حالات وواقعات کو دیکھتے ہوئے تشدد کا انداز بھی اختیار فرمایا ہے۔ لیکن وہ تشدد برائے شفقت ہوا کرتا تھا۔

آپ ﷺ کا عدم تشدد اور عام معافی کا اعلان

آپ ﷺ نے کفار اور اسلام کے دشمنوں کے ساتھ تشدد والا معاملہ اختیار کیا ہے، لیکن اس کی نوبت دوسرے درجے پر آتی تھی، یہی وجہ ہے کہ جہاں پر تشدد کی ضرورت نہ ہوتی تو انتقام کے جائز ہونے کے باوجود آپ ﷺ ان سے درگزر فرما کر عدم تشدد کا مظاہر کرتے، جس کی سب سے واضح مثال فتح مکہ کے موقع پر عام معافی کا اعلان کرنا ہے۔ حالانکہ مکہ کے لوگ آپ کے جانی دشمن تھے لیکن جب تشدد کے بغیر ہی معاملہ نمٹایا جا سکتا تھا تو "اليوم يوم المرحمة "[65] کا اعلان کر کے سب کو معاف فرمایا۔

آپ ﷺ کا نامناسب سوال کے جواب میں تشدد

اسی طرح نبی اکرم ﷺ نے دعوت اور وعظ و نصیحت کرتے وقت موقع کی مناسبت سے تشدد کا انداز بھی اختیار فرمایا ہے، ایسی بہت سی مثالیں ہیں، جہاں پر آپ ﷺ نے غصے کا اظہار فرمایا ہو۔ امام مسلمؒ نے روایت نقل کی ہے:

عن زيد بن خالد الجهني أن رجلا سأل رسول الله صلى الله عليه وسلم عن اللقطة فقال عرفها سنة ثم اعرف وكاءها وعفاصها ثم استنفق بها فإن جاء ربها فأدها إليه فقال يا رسول الله فضالة الغنم قال خذها فإنما هي لك أو لأخيك أو للذئب قال يا رسول الله فضالة الإبل قال فغضب رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى احمرت وجنتاه أو احمر وجهه ثم قال مالك ولها معها حذاؤها وسقاؤها حتى يلقاها ربها [66]

ترجمہ: زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے لقطہ یعنی گری پڑی چیز اور بھٹکی ہوئی بکری کے بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے اس کی مالک کے ملنے تک تشہیر کرنے اور اس کو لوٹانے کا جواب دیا، تیسری بار اونٹ کے بارے میں جب سوال کیا تو نبی ﷺ نے تشدد اور سختی کا مظاہرہ اس طور پر کیا آپ ﷺ کا چہرہ انور سرخ ہو گیا، کیونکہ اونٹ اپنے آپ کی حفاظت خود کر سکتا ہے، لہذا اس کو آزاد چھوڑ دینا چاہئے بنسبت دیگر چیزوں کے۔ کیونکہ ان کو بطور حفاظت کے اٹھایا جا سکتا ہے۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ بے موقع یا غیر اہم سوال کرنے پر تشدد اختیار کیا جا سکتا ہے، اور خصوصا جب کسی کو اس کام سے منع کرنا مقصود ہو، جیسا کہ اس روایت میں اس آدمی کو بھٹکے ہوئے اونٹ کے پکڑنے سے منع کرنا مقصود تھا۔

آپ ﷺ لوگوں کو تکلیف میں ڈالنے والے کے متعلق تشدد کا انداز

نبی اکرم ﷺ نے جن مواقع پر شدت اور غصے کا اظہار فرمایا ہے ان میں سے ایک موقع کے متعلق امام بخاریؒ نے بھی نقل کیا ہے کہ جب ایک آدمی نے اپنے امام کی لمبی نماز پڑھنے کی شکایت کی، تو نبی اکرم ﷺ سخت غصہ ہوئے اور نماز میں ضعیف، بیمار اور حاجتمندوں کی رعایت رکھتے ہوئے تخفیف کا حکم فرمایا، چنانچہ امام بخاریؒ نقل کرتے ہیں:

عن أبي مسعود الأنصاري قال قال رجل يا رسول الله لا أكاد أدرك الصلاة مما يطول بنا فلان فما رأيت النبي صلى الله عليه وسلم في موعظة أشد غضبا من يومئذ فقال أيها الناس إنكم منفرون فمن صلى بالناس فليخفف فإن فيهم المريض والضعيف وذا الحاجة [67]

مذکورہ بالا روایت میں ابو مسعود الانصاری رضی اللہ عنہ نے صراحت کی ہے کہ میں نے کبھی بھی نبی اکرم ﷺ کو آج کے دن کے علاوہ وعظ دیتے ہوئے سخت غصے والا نہیں پایا، جس سے معلوم ہوا کہ کسی حد تک آپ ﷺ نے تعلیم، وعظ اور نصیحت کرتے وقت غصہ کا اظہار بھی فرمایا ہے۔

ابو بکر صدیق کا تشدد

دین کے معاملے میں جہاں پر تشدد کرنا ناگزیر ہو، وہاں پر بہترین مثال حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا وہ فرمان ہے، جو انہوں نے منکرین زکوۃ کے متعلق ارشاد فرمایا أینقص وأنا حي [68] یعنی کیا دین میں کمی آجائے گی، جبکہ میں زندہ ہوں گا۔ یعنی ایسا نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ ان منکرین زکوۃ کے خلاف علم جہاد بلند کر کے کاروائیاں شروع کیں۔

صحابہ کرام کے تشدد اور عدم تشدد کے حدود

یعنی وہ کب تشدد کرتے اور کب نہیں کرتے؟ قرآن کریم میں جہاں صحابہ کرام کی دیگر صفات کا بیان ملتا ہے، وہاں پر ان دونوں صفات کا تذکرہ بھی ملتا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

محمد رسول الله والذين معه أشداء على الكفار رحماء بينهم [69]

ترجمہ: محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں، اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں، وہ کافروں کے مقابلے میں سخت ہیں، (اور) آپس میں ایک دوسرے کے لئے رحم دل ہیں۔[70]

أشداء على الكفار سے صحابہ کرام کا نظریۂ تشدد پر عمل پیرا ہونے کی طرف اشارہ ہے، اور رحماء بينهم میں نظریۂ عدم تشدد کی طرف اشارہ ہے۔ ان دونوں صفات کا ایک ہی جگہ پر ذکر کرنے کا مقصد یہ بھی ہے کہ انسان تشدد اور عدم تشدد میں سے ہر ایک کو موقع کی مناسبت سے اختیار کرنے ہی سے صحابہ کرام کی صفات سے متصف ہو سکتا ہے۔

بچوں کو نماز وغیرہ کا پابند بنانے میں تشدد کے حدود

یعنی بچوں پر کب تشدد کرنا چاہئے اور کب نہیں؟ اسی طرح بچے کو سات سال کی عمر میں نماز کی تاکید اور دس سال کے بعد چھوڑنے پر کسی حد تک تشدد کرنے کا حکم دیا ہے، چنانچہ امام ابو داؤدؒ نے عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی طریق سے یہ روایت نقل کی ہے کہ:

مروا أولادكم بالصلاة وهم أبناء سبع سنين واضربوهم عليها وهم أبناء عشر سنين وفرقوا بينهم في المضاجع.[71] یعنی اپنی اولاد کو سات سال کی عمر میں نماز کا حکم کرو، اور دس سال کی عمر میں نماز چھوڑنے پر اس پر تشدد کر کے مارو، اور ان کے بستر بھی الگ کیا کرو۔

اس روایت سے بھی موقع کی مناسبت سے کسی قدر تشدد کا ثبوت ملتا ہے۔

بیوی کی اصلاح میں تشدد کے حدود

یعنی بیوی پر کب تشدد کر سکتے ہیں؟ یہی حکم بیوی کے لئے بھی ہے کہ اگر بیوی زبان درازی کرے اور شوہر کے ساتھ بدتمیزی سے پیش آئے

توبیوی اگر ناشزہ ہو تو اس کی اصلاح کی خاطر پہلے بستر الگ کرے اگر اس سے کام نہ چلے تو مارنے کی اجازت دی ہے، چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے:

الرجال قوامون على النساء بما فضل الله بعضهم على بعض وبما أنفقوا من أموالهم فالصالحات قانتات حافظات للغيب بما حفظ الله واللاتي تخافون نشوزهن فعظوهن واهجروهن في المضاجع واضربوهن فإن أطعنكم فلا تبغوا عليهن سبيلا إن الله كان عليا كبيرا [72] **ترجمہ:** مرد عورتوں کے نگران ہیں، کیونکہ اللہ نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے، اور کیونکہ مردوں نے اپنے مال خرچ کئے ہیں۔ چنانچہ نیک عورتیں فرماں بردار ہوتی ہیں، مرد کی غیر موجودگی میں اللہ کی دی ہوئی حفاظت سے (اس کے حقوق کی) حفاظت کرتی ہیں۔ اور جن عورتوں سے تمہیں سرکشی کا اندیشہ ہو تو (پہلے) انہیں سمجھاؤ اور (اگر اس سے کام نہ چلے تو) انہیں خواب گاہوں میں تنہا چھوڑ دو، (اور اس سے بھی اصلاح نہ ہو تو) انہیں مار سکتے ہو۔ پھر اگر وہ تمہاری بات مان لیں تو ان کے خلاف کاروائی کا کوئی راستہ تلاش نہ کرو۔ یقین رکھو کہ اللہ سب کے اوپر، سب سے بڑا ہے۔ [73]

اس آیت کریمہ میں انتہائی بہترین اسلوب کے ساتھ اصلاح کرنے کا طریقہ بتایا ہے کہ درجہ بدرجہ اصلاح میں شدت سے کام لینا چاہئے، جس کی ابتداء زبانی نصیحت سے کی جائے اور نتہاء مارنے پر ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جہاں پر عدم تشدد کارآمد نہ ہو تو اس کے متبادل کے طور پر تشدد بھی اختیار کر سکتے ہیں۔

بدلہ لینے میں تشدد کے حدود

شریعت مطہرہ نے انتقام لینے کے حدود بھی وضع کئے ہیں، یا تو ظلم اور زیادتی کے بقدر بدلہ لینا چاہئے یا معاف کر لینا چاہئے۔ چنانچہ اللہ تعالی کا فرمان ہے:۔

وإن عاقبتم فعاقبوا بمثل ما عوقبتم به ولئن صبرتم لهو خير للصابرين [74]

ترجمہ: اور اگر تم لوگ (کسی کے ظلم کا) بدلہ لو تو اتنا ہی بدلہ لو جتنی زیادتی تمہارے ساتھ کی گئی تھی۔ اور اگر صبر ہی کر لیا تو یقیناً یہ صبر کرنے والوں کے حق میں بہت بہتر ہے۔ [75]

اس آیت کریمہ میں بدلہ لینے میں بھی بے جا تشدد سے منع کیا بلکہ اگر بدلہ لینے کی بجائے صبر سے کام لے تو یہ اس کے حق میں بہتر ہوگا بنسبت بدلہ لینے۔ اگرچہ بدلہ لینے کی بھی اجازت ہے، لیکن جتنا ظلم کیا ہو اتنا ہی بدلہ لیا جائے۔ اس سے واضح طور پر تشدد اور عدم تشدد کے ایک متوازن حد کی طرف اشارہ ہے۔

عصر حاضر میں دعوت دین پر نظریہ عدم تشدد کے مثبت اور منفی اثرات

عصر حاضر میں دعوت دین پر نظریہ عدم تشدد کا گہرا اثر ہے، بعض دفعہ یہ نظریہ فی نفسہ فطرت انسانی کے موافق ہونے کے باوجود منفی اثرات مرتب کرتا ہے، اور بسا اوقات اس نظریہ کو اختیار کرنا ناگزیر بھی ہو جاتا ہے۔ اگر دعوت دین میں حد سے زیادہ تجاوز کر کے تشدد سے کام لیا جائے، تو لوگوں کے اکتاہ جانے کی وجہ سے مزید متنفر ہونے کا اندیشہ ہے۔ یہی وجہ ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ صرف جمعرات

کو وعظ فرمایا کرتے تھے تاکہ وعظ واصلاح میں مبالغہ آرائی اور تشدد کی وجہ سے لوگ اکتاہٹ کا شکار نہ ہو جائیں۔ چنانچہ امام مسلمؒ نے ابو وائل شقیق بن سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، وہ فرماتے ہیں

كان عبد الله يذكر الناس في كل خميس فقال له رجل يا أبا عبد الرحمن لوددت أنك ذكرتنا كل يوم قال أما إنه يمنعني من ذلك أني أكره أن أملكم وإني أتخولكم بالموعظة كما كان النبي صلى الله عليه وسلم يتخولنا بها مخافة السآمة علينا [76]

ترجمہ: حضرت ابو ائل شقیق بن سلمہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہر جمعرات کو وعظ فرمایا کرتے تھے ایک آدمی نے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ ہمیں روزانہ وعظ فرمایا کریں۔ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: روزانہ وعظ کرنے سے یہ بات روکتی ہے کہ میں تمہیں اکتاہٹ میں ڈالوں میں وعظ ونصیحت میں تمہارا خیال رکھتا ہوں جس طرح آپ ﷺ ہمارا خیال رکھتے تھے کہ کہیں ہم اکتا نہ ہو جائیں۔

عدم تشدد وہ چیز ہے، کہ اس کے ذریعے سے انسان بہت سے ایسے مسائل حل کر سکتا ہے، جن کو اس کے بغیر حل کرنا مشکل ہوتا ہے، آپ ﷺ نے بھی اس امر کو واضح کیا ہے کہ اللہ تعالی نرمی اور عدم تشدد اختیار کرنے پر وہ عطاء کرتا ہے جو تشدد اور سختی پر عطاء نہیں کرتا، چنانچہ امام مسلمؒ نے روایت نقل کی ہے، کہ آپ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:۔

يا عائشة إن الله رفيق يحب الرفق ويعطي على الرفق ما لا يعطي على العنف وما لا يعطي على ما سواه [77] یعنی اے عائشہ! اللہ تعالی نرمی کرنے والا ہے، اور عدم تشدد و نرمی کرنے والے کو پسند کرتا ہے۔ وہ نرمی وعدم تشدد پر اتنا عطاء کرتا ہے کہ جتنا تشدد اور سختی پر عطاء نہیں کرتا۔

عدم تشدد انسان کی قسمت پر بھی اثر انداز ہوتا، چنانچہ نبی ﷺ کا فرمان ہے

من يحرم الرفق يحرم الخير [78] یعنی جو نرمی وعدم تشدد سے محروم ہوا وہ خیر و بھلائی سے محروم ہوا۔

لہذا جو شخص بھلائی اور خیر کا طلبگار ہو اسے چاہئے کہ عدم تشدد اختیار کرے، اور داعی کی بھلائی اور خیر تو دعوت دین میں کامیابی ہی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اگر داعی دعوت دین میں تشدد سے کام لے گا تو اس بھلائی اور خیر (یعنی دعوت دین میں کامیابی) سے محروم ہونے کا اندیشہ ہے۔

اگر کہیں پر کوئی کسی پر کسی دینی یا سیاسی معاملے میں نرمی وعدم تشدد یا اس کے برعکس سختی و تشدد کے ساتھ پیش آئے تو اس کی تاثیر سختی یا نرمی کرنے والے پر ظاہر ہو سکتی ہے، کیونکہ نبی ﷺ نے ان دونوں کے لئے اس کے الٹا کرنے کی دعا کی ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اللہ کی بارگاہ میں دعا کی کہ:

"اللهم من ولي من أمر أمتي شيئا فشق عليهم فاشقق عليه ومن ولي من أمر أمتي شيئا فرفق بهم فارفق به"[79]

ترجمہ: اے اللہ! جس شخص کو میری امت کے (سیاسی وغیرہ امور) میں سے کوئی معاملہ سپرد کیا گیا، پھر اس نے ان پر تشدد سے کام لیا، تو اس شخص پر تشدد کر۔ اور جس شخص کو میری امت کے (سیاسی وغیرہ امور) میں سے کوئی معاملہ سپرد ہوا، پھر اس نے ان کے ساتھ نرمی اور عدم

تشدد سے پیش آیا تو اس کے ساتھ نرمی کے ساتھ پیش ہو جا۔"

نبی اکرم ﷺ کی اس دعا میں تشدد اور عدم تشدد کے علمبرداروں میں سے دونوں کو تنبیہ ہے کہ جو تشدد سے کام لے گا اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ بھی سختی والا معاملہ فرمائے گا، اور جو عدم تشدد سے کام لے گا اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ بھی عدم تشدد کے ساتھ پیش آئے گا۔

خلاصہ

اس پوری بحث کا خلاصہ یہ نکلا، کہ شریعت مطہرہ نے "نظریۂ عدم تشدد" کو تمام دینی اور سیاسی امور میں حدود و قیود اور شرائط کی پاسداری کرتے ہوئے لازم قرار دیا ہے۔ ہر دور میں نظریۂ عدم تشدد کے علمبرداروں نے اس نظریے کی بنیاد پر اپنے مقاصد کی حصولی میں کامیابی حاصل کی ہے۔ فطرت انسانی کے مطابق ہونے کی وجہ سے اپنے موقف کے منوانے کے لئے عدم تشدد ایک انتہائی مؤثر طریقہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پیغمبرانہ اسلوب دعوت کی بنیاد بھی اسی نظریے پر ہے۔ اس وجہ سے دعوت دین میں اس کو اختیار کرنا ناگزیر ہے۔ دعوت دین کے بنیادی تینوں ذرائع تقریر، تحریر اور عملی سیرت کو "نظریۂ عدم تشدد" کے سانچے میں ڈھل دینے کے بعد ہی کار آمد ہو سکتے ہیں۔ دعوت دین میں اس نظریے کی مثال ریڑھ کی ہڈی کی طرح ہے۔ تاہم اس سے یہ بھی نہ سمجھا جائے کہ شریعت مطہرہ نے مصلحت کی خاطر سختی اختیار کرنے کی جازت بھی نہیں دی ہے، ورنہ اس تصور سے جہاد اور قتال جیسا عظیم فریضہ متاثر ہو سکتا ہے۔

شریعت مطہرہ میں جہاں پر تشدد کی ممانعت وارد ہوئی ہے، اس سے مراد صرف مسلح جدوجہد ہی نہیں، بلکہ قول اور فعل دونوں طریقے سے تشدد کی ممانعت مراد ہے۔ اور جہاں پر تشدد اور سختی کا جواز مل رہا ہے اس سے موقع کی مناسبت سے مسلح اور غیر مسلح طریقے مراد لئے جا سکتے ہیں۔

تجاویز و سفارشات

(1) "نظریۂ عدم تشدد" کے فروغ کے لئے اجتماعی اور انفرادی سطح پر کوششیں کی جائیں۔

(2) تعلیمی اداروں کے نصاب میں "نظریۂ عدم تشدد" کے متعلق مضامین شامل کئے جائیں۔

(3) عدم برداشت کے اسباب و محرکات پر غور کر کے اس کے حل کرنے کی کوشش کی جائے۔

(4) داعیان حق کو برداشت کا عادی بنادیا جائے۔

(5) ان کے لئے ایسے تربیتی مراکز قائم کئے جائیں، جن میں نظریۂ عدم تشدد سے روشناس کرانا مقصود ہو۔

(6) مذہبی لوگوں میں مذہبی رواداری پیدا کرنے کے لئے تمام مکاتب فکر کو ایک مشترکہ لائحہ عمل مرتب کرنے کی ضرورت ہے۔

(7) سیرت نبی ﷺ کی روشنی میں عفو و درگزر کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کے ورکشاپس کرائے جائیں۔

(8) "نظریۂ عدم تشدد" کے علمبرداروں خاص کر انبیاء علیہم السلام کے برداشت اور صبر و تحمل پر مشتمل حالات زندگی سے عوام میں آگاہی مہم چلائی جائے۔

(9) سرکاری سطح پر شدت پسندی کی روک تھام کے لئے پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا کا سہارا لیا جائے۔

حوالہ جات اور مصادر و مراجع

1. کیرانوی، القاسمی، مولانا وحید الزمان، القاموس الوحید، ص: 489، ادارہ اسلامیات لاہور۔ کراچی، اشاعت اول: ربیع الاول 1432ھ۔جون 2001ء
2. البركتي، المجددي، محمد عميم الإحسان، التعريفات الفقهية، ص: 153، الناشر: دار الكتب العلمية (إعادة صف للطبعة القديمة في باكستان 1407هـ - 1986م) الطبعة: الأولى، 1424هـ - 2003م
3. الجوهری، الصحاح فی اللغة 168/4
4. العسقلاني، ابن حجر، أحمد بن علي، فتح الباري شرح صحيح البخاري10/ 499، الناشر: دار المعرفة - بيروت، 1379
5. http://dictionary.cambridge.org/dictionary/english/non-violence . last access: 2019-02-09
6. http://dictionary.cambridge.org/dictionary/english/non-violence . last access: 2019-02-09
7. ابن قيم الجوزية، أبو عبد الله محمد بن أبي بكر بن أيوب، (المتوفى: 751 هـ)، إعلام الموقعين عن رب العالمين 1/ 29، الناشر: دار ابن الجوزي للنشر والتوزيع، المملكة العربية السعودية
8. غامدی، جاوید احمد، امت مسلمہ۔کامیابی کا راستہ، حصہ دوم، صفحہ نمبر82
9. القرآن، سورۃ البقرۃ: 256
10. القرآن، سورۃ الحج: 78
11. عثمانی، مفتی محمد تقی، آسان ترجمہ قرآن، ص: 725، مکتبۃ معارف القرآن کراچی، شعبان 1431ھ۔جولائی 2010ء
12. مسلم، النشاپوری، القشیری، الحافظ، ابوالحسین، مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم 1071/4، رقم الحدیث: 2670، باب هلك المتنطعون، بیت الافکار الدولیة للنشر والتوزیع، 1419ھ – 1998ء ۔
13. القرآن، سورۃ البقرۃ: 185
14. آسانی ترجمہ قرآن، ص: 98
15. القرآن، سورۃ النساء: 28
16. آسان ترجمہ قرآن، ص: 194
17. البخاري، محمد بن إسماعيل بن إبراهيم بن المغيرة، صحيح البخارى 12/8، المحقق : محمد زهير بن ناصر الناصر، الناشر : دار طوق النجاة الطبعة : الأولى 1422هـ
18. بخاری 4/ 65، رقم الحديث: 3038، باب ما يكره من التنازع والاختلاف في الحرب وعقوبة من عصى إمامه
19. القرآن، سورۃ الاسراء: 23، 24
20. آسان ترجمہ قرآن، ص: 605
21. القرآن، سورہ لقمان: 14، 15
22. آسان ترجمہ قرآن، ص: 867
23. القرآن، سورۃ الفتح: 29
24. آسان ترجمہ قرآن، ص: 1079

25. القرآن، سورۃ آل عمران: 28
26. القرآن، سورۃ النساء: 139
27. لقرآن، سورۃ النساء: 144
28. القرآن، سورۃ المائدۃ: 51
29. القرآن، سورۃ المائدۃ: 57
30. القرآن، سورہ ھود: 113
31. القرآن، سورۃ الممتحنۃ: 1
32. القرآن، سورہ فصلت: 33
33. آسان ترجمہ قرآن، ص: 1007
34. بخاری 4/ 170، باب ماذکر عن بنی اسرائیل
35. القرآن، سورۃ طہ: 44
36. آسان ترجمہ قرآن، ص: 672
37. القرآن، سورۃ طہ: 44
38. آسان ترجمہ قرآن، ص: 672
39. القرآن، سورۃ آل عمران: 159
40. آسان ترجمہ قرآن، ص: 173
41. صحيح مسلم 1/ 236، باب وجوب غسل البول وغيره من النجاسات إذا حصلت في المسجد وأن الأرض تطهر بالماء من غير حاجة إلى حفرها
42. بخاری 1 /54، باب صب الماء على البول في المسجد
43. العسقلاني، ابن حجر، أحمد بن علي، فتح الباري شرح صحيح البخاري 324/1، الناشر: دار المعرفة - بيروت، 1379
44. العينى، بدر الدين، الحنفى، أبو محمد محمود بن أحمد بن موسى بن أحمد بن حسين(المتوفى: 855هـ)، عمدة القاري شرح صحيح البخاري 126/3، الناشر: دار إحياء التراث العربي - بيروت
45. بخارى 37/1، رقم الحديث: 126، باب من ترك بعض الاختيار مخافة أن يقصر فهم بعض الناس عنه فيقعوا في أشد منه
46. القرآن، سوره توبه: 128
47. آسان ترجمہ قرآن، ص: 445
48. بخارى/2 65، رقم الحديث: 1211، باب إذا انفلتت الدابة في الصلاة وقال قتادة إن أخذ ثوبه يتبع السارق ويدع الصلاة
49. بخارى 9/1، رقم الحديث: 7، باب كيف كان بدء الوحى الى رسول الله ﷺ
50. بخارى 8/ 14، رقم الحديث: 6038
51. حافظ، ڈاکٹر، بریگیڈئر فیوض الرحمن، معاصرین اقبال، ص: 1022، 1023، ناشر: نیشنل بک سروس، لاہور۔

52. https://ur.wikipedia.org/wiki/%D9%85%D9%88%DB%81%D9%86_%D8%AF%D8%A7%D8%B3_%DA%AF%D8%A7%D9%86%D8%AF%DA%BE%DB%8C last access: 2019-02-25
53. دھلوی، کفایت اللہ، مفتی، کفایت المفتی9/ 381، مکتبہ دار الاشاعت کراچی، طباعت: جولائی 2001ء
54. https://ur.wikipedia.org/wiki/%D9%86%DB%8C%D9%84%D8%B3%D9%86_%D9%85%D9%86%DA%88%DB%8C%D9%84%D8%A7 last access: 2019-02-24
55. https://ur.wikipedia.org/wiki/%D8%AE%D8%A7%D9%86_%D8%B9%D8%A8%D8%AF%D8%A7%D9%84%D8%BA%D9%81%D8%A7%D8%B1_%D8%AE%D8%A7%D9%86 last access: 2019-02-24
56. سجاد بخاری، سینیٹر، بیسویں صدی کے بیس قائد، ص: 42تا40، ابتک پبلیکیشنز، لاہور
57. قاسمی، قاضی، مفتی مجاہد الاسلام، جدید فقہی مقالات، 19/ 416، ناشر: ادارۃ القرآن گلشن اقبال، اشاعت: 2009ء
58. ندوی، علی میاں، سید ابو الحسن، خطباتِ علی میاں4/ 297، دار الاشاعت، طباعت: اکتوبر 2002ء
59. القادری، ڈاکٹر محمد طاہر، اسلام میں عدم تشدد اور محبت، ص: 73، مطبع: منہاج القرآن پرنٹرز، لاہور، اشاعت نمبر 1: جون 2015ء
60. http://awaminationalparty.org/main/%D8%A8%D8%A7%DA%86%D8%A7-%D8%AE%D8%A7%D9%86-%DB%94-%D8%A7%DB%8C%DA%A9-%D8%B9%DB%81%D8%AF-%D8%8C-%D8%AC%D8%AF%D9%88%D8%AC%DB%81%D8%AF-%D8%A7%D9%88%D8%B1-%D9%88%DA%98%D9%86-%DA%A9%D8%A7-%D9%86%D8%A7 /last access: 2019-02-13
61. القرآن، سورۃ النحل: 125
62. آسان ترجمہ قرآن، ص: 598
63. القرآن، سورہ یونس: 71، 72
64. آسان ترجمہ قرآن، ص: 442
65. ابن عبد البر، القرطبي، أبو عمر يوسف بن عبد الله بن محمد، (المتوفى: 463هـ)، الإستيعاب في معرفة الأصحاب179/1، النمري الناشر: دار الجيل، بيروت، الطبعة: الأولى، 1412 هـ - 1992 م
66. صحيح مسلم 1348/3، رقم الحديث: 1722
67. بخارى 1/ 30، رقم الحديث: 90، باب الغضب في الموعظة والتعليم إذا رأى ما يكره
68. ابن الأثير، الجزري، مجد الدين أبو السعادات المبارك بن محمد (المتوفى : 606هـ)، جامع الأصول في أحاديث الرسول605/8، الناشر : مكتبة الحلواني - مطبعة الملاح - مكتبة دار البيان، الطبعة : الأولى
69. القرآن، سورۃ الفتح: 29
70. آسان ترجمہ قرآن، ص: 1079
71. السجستاني، أبو داود سليمان بن الأشعث، سنن أبي داود 185/1، رقم الحديث: 495، الناشر: دار الكتاب العربي ۔ بيروت
72. القرآن، سورۃ النساء: 34
73. آسان ترجمہ قرآن، ص: 196
74. القرآن، سورۃ النحل: 126

75. آسان ترجمہ قرآن، ص: 598
76. بخاری، 25/1، رقم الحدیث: 70
77. مسلم 4/ 2003، باب فضل الرفق، کتاب البر والصلة
78. مسلم2003/4، باب فضل الرفق
79. مسلم 1458/3، باب فضيلة الإمام العادل وعقوبة الجائر والحث على الرفق بالرعية والنهي عن إدخال المشقة عليهم